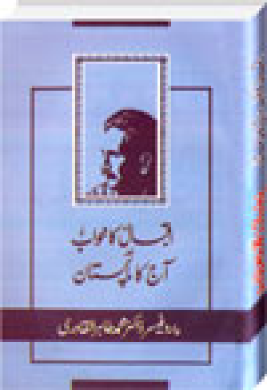

اقبالؒ کا خواب
اور
آج کا پاکستان

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق و تدوین

محمد اشرف گوندل

سٹوڈنٹس پبلی کیشنز

365 ۔ ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 5863951 ۔ 5867122 ۔ 5868757

فیکس: 5860184

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	اقبال کا خواب اور آج کا پاکستان
خطاب	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	محمد اشرف گوندل / حافظ محمد یونس
نظر ثانی	ملک سعید عالم
اشاعت بار اول	مارچ ۱۹۹۶ء
قیمت	۱۴ روپے

نوٹ: پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی تمام تصانیف اور خطبات و تقاریر کے ریکارڈ شدہ کیسٹوں سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لئے فی سبیل اللہ وقف ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفیکیشن نمبر ایس او (پی ۔ ۱) ۴ ۔ ۱ / ۸۰ پی آئی وی مورخہ

۳۱ جولائی ۸۴ء گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷ ۔ ۴ ۔ ۲۰ ای جنرل وایم ۴ /

۷۰ ۔ ۹۷ ۔ ۳ ۔ ۷ مورخہ ۲۶ دسمبر ۸۷ء اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت کی چٹھی نمبر

۲۴۴۱۱ ۔ ۶۷ ۔ ۷ این ۔ ۱ / اے ۔ ڈی (لائبریری) مورخہ ۳۰ اگست ۸۶ء کے تحت پروفیسر

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں تمام کالجوں اور سکولوں کی

لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

علامہ اقبالؒ کے خواب کا تاریخی پس منظر

علامہ اقبال کا خواب اس عظیم خواب کا ایک تسلسل تھا جس کی ابتداء خود عہد نبوی ﷺ سے ہو گئی تھی۔ اس سرزمین پاکستان کے سندھ کے علاقہ سے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور بغیر کسی تعارف کے حضور ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم سندھ سے آئے ہو؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی توجہ اور دھیان اس سرزمین کی طرف تھا اور یہاں کے باشندوں کی پہچان بھی تھی ان کی درخواست پر حضور اکرم ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت و تبلیغ اسلام کے لئے ان کے ساتھ روانہ فرمایا تھا۔ گویا یہ خواب عہد نبوی ﷺ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں (۱۵ اور ۱۶ ہجری میں) موجودہ پاکستان کی سرحدیں اسلامی ریاست کے ساتھ ملا دی گئی تھیں۔ یہ تاریخی حقیقت بہت کم معلموں (استادوں) اور متعلموں (شاگردوں) کو معلوم ہے اور زیادہ تر تاریخ کی کتابوں کے اوراق پر بھی یہ واقعہ کم ملتا ہے۔ عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ سرزمین سندھ اور اس خطہ میں محمد بن قاسم کے ساتھ جو لشکر آئے گویا وہ پہلے مجاہدین تھے جن سے اس خطے میں اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں آیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسلامی سلطنت کا قیام نہیں بلکہ استحکام عمل میں آیا تھا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر حکم بن ابی عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں موجود بلوچستان کی سرحد میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ مغیرہ بن ابی عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر سندھ کے اندر کراچی کے قریب دیبل کے مقام تک پہنچ گیا تھا اور یہیں بعد ازاں محمد بن قاسم تشریف لائے اور یہ سلسلہ عہد عثمانی اور عہد علوی میں بھی قائم رہا حتی کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ۴۲ھ کو اسلامی فوج محلق بن ابی صفرہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شہر لاہور تک پہنچ چکی تھی اور اس دوران سنان بن ابی سلمہ الہندی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلوچستان کے اندر قندھار' مکران اور گردونواح کے علاقے فتح کر کے اس پورے خطے کو اسلامی سلطنت کا حصہ بنا لیا گیا تھا اور دوسری طرف پورا مغربی پنجاب اسلامی سلطنت میں شامل ہو چکا تھا۔ ۹۳۔۹۲ء میں محمد بن قاسم کا آنا دراصل ۸۷ سال قبل شروع ہونے والی فتوحات کے سلسلے کو اپنے آخری مرحلے تک پہنچا کر اسے استحکام بخشنا تھا اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوات ہند کی بشارت بھی دی تھی اور وقتاً فوقتاً اس کا ذکر مجالس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوتا رہتا تھا۔ علامہ نے اپنے بعض اشعار میں اس امر کا بھی اشارہ کیا ہے۔

وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے — ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے
میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے — پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(بانگ درا)

اس تاریخی پس منظر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر ایک اسلامی سلطنت کے قیام کا جو خواب علامہ اقبال رح نے پاکستان کی صورت میں دیکھا وہ دراصل سرزمین مدینہ پر دیکھے گئے مصطفوی خواب کا ایک تسلسل تھا اور اس خواب کو چودہ صدیاں بیت چکی تھیں۔

خطبہ الہ آباد اور اقبال رح کا خواب

علامہ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ "اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلام فقط ایک مذہب اور روایت کے طور پر نہیں بلکہ ایک تمدنی قوت کے طور پر زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کریں"۔

علامہ رح کا سیاسی مسلک ان کے اسلامی عقائد اور نظریات کے تابع تھا۔ چنانچہ

۱۹۳۰ء میں اسلامی مرکزیت کے خطے کے طور پر پاکستان کا تصور پیش کر کے (جاوید نامہ سے ارمغان حجاز تک) وہ جا بجا اسلامی سلطنت کے خدوخال بیان کرتے ہیں اور اسلامی قیادت کی تیاری کے لئے اسلامی تعلیمات مہیا کرتے ہیں۔

علامہ نے قوم اور ملت کی تشکیل کے لئے جغرافیائی وفاداری کا مادی تصور رد کر دیا تھا اور اس کی جگہ جینے اور مرنے کے لئے عقیدے' تہذیب اور تاریخی روایات کو منتخب کیا وہ امت مسلمہ کو ایک نظریاتی قوم کے طور پر زندہ دیکھنا چاہتے تھے۔ اپنے کلمات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"فی الحقیقت جس چیز کو اہمیت حاصل ہے وہ آدمی کا عقیدہ' اس کی تہذیب اور تاریخی روایات ہیں مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ میری نگاہ میں یہ چیزیں ہی اس قابل ہیں کہ جن کے ساتھ آدمی کا جینا اور مرنا ہے نہ کہ وہ زمین کا ٹکڑا جس کے ساتھ عارضی طور پر روح انسانی کا رابطہ ہو گیا ہو۔" (بحوالہ خطبات و ارشادات)

علامہ کے خطوط محمد علی جناح کے نام

۱۹۳۷ء میں علامہ قائد اعظم کو لکھے گئے خط میں رقمطراز ہیں۔ "اگر ہندوستان کے مسلمانوں کا مقصد سیاسی جدوجہد سے محض آزادی اور اقتصادی بہبود ہے اور حفاظت اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں جیسا کہ آج کل کے قوم پرستوں سے معلوم ہو گیا ہے تو پھر مسلمان اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے"۔

علامہ نے اس تصور کے مطابق اس خطہ عرضی پر نئی معرض وجود میں آنے والی ریاست کو اپنے چشم تصور میں ایک اسلامی اور فلاحی ریاست کے طور پر دیکھا جس میں اسلامی شریعت کا نفاذ ہو اور اس میں بسنے والی قوم ایک نظریاتی قوم ہو۔

۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام خط میں لکھتے ہیں "سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی غربت کے مسئلے کو حل کیا جائے۔ مسلم لیگ کا مستقبل اسی پر منحصر ہے۔ خوش قسمتی یہ کہ اسلامی شریعت کے کسی موزوں شکل میں نفاذ کے ذریعے اس مسئلے کو

حل کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی شریعت کے گہرے اور دقیق مطالعے اور طویل غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ معاشی مسئلے کا حل صرف اسلامی آئین کا نفاذ ہے۔ اگر اس طرز آئین کو کماحقہ سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو کم از کم ہر ایک کا حق معیشت محفوظ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس ملک میں جب تک ایک آزاد مسلم ریاست یا مسلم ریاستیں معرض وجود میں نہیں آئیں گی۔ اسلامی شریعت کا نفاذ ممکن نہیں ہو سکتا۔ سال ہا سال سے میرا یہ عقیدہ ہے اور میں اب بھی اس کو مسلمانوں کی روٹی اور ہندوستان کے امن و امان کا بہترین حل سمجھتا ہوں کہ مسلمان ایک الگ ریاست قائم کریں اور اس میں اسلامی شریعت کو نافذ کر دیا جائے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

علامہ نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا اور قیام پاکستان کے لئے جن مقاصد کا تعین کیا تھا۔ پاکستان کو وجود میں آئے آدھی صدی بیت چکی ہے مگر ابھی تک اس ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی طرف کوئی مثبت پیش رفت نہیں ہوئی۔ اس تاخیر کے نتیجے میں صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ اب بعض وطن دشمن عناصر نے اخبارات اور رسائل کے ذریعے یہ تاثر دینا شروع کر دیا ہے کہ قیام پاکستان کا مقصد اسلامی شریعت کا نفاذ نہیں تھا اور پاکستان کا مطلب کیا؟ **لا الہ الا اللہ** کا نعرہ قائد اعظم نے نہیں لگایا تھا۔ جدوجہد پاکستان کا مقصد محض انگریزوں کے جانے کے بعد غالب ہندو اکثریت کی غلامی سے مسلمانوں کو نجات دلا کر انہیں سیاسی اور سماجی طور پر ایک آزاد خطہ دلانا تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے پاکستان کی مادی تعریف کی ہے اور اس کی تہذیبی اور نظریاتی تعبیر کے آج قائل نہیں رہے اور وہ نسلیں جو قیام پاکستان کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئیں جنہوں نے فقط کتابوں اور اخبارات کے ذریعے قیام پاکستان کی تعبیر سمجھنے کی کوشش کی ہے آج جب ان کے کان یہ سنتے ہیں کہ قیام پاکستان کسی تہذیبی' ثقافتی اور نظریاتی بنیادوں پر

نہیں فقط سیاسی، سماجی اور معاشی بنیادوں پر وجود میں آیا تو خود قیام پاکستان کا جواز اور اس کے لئے دی گئیں لاکھوں کروڑوں انسانوں کی قربانیوں کا جواز محل نظر ہو جاتا ہے۔ علامہ کے خطبات واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ جس پاکستان کا تصور انہوں نے پیش کیا وہ تہذیبی اور ثقافتی طور پر ایک اسلامی، نظریاتی اور فلاحی مملکت تھا۔

اقبال اور اشتراکیت

علامہ اشتراکی خیالات کے حوالے سے کہتے ہیں کہ "میرے نزدیک یہ خیالات رکھنا دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے مترادف ہے۔ میں مسلمان ہوں میرا یہ عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج صرف قرآن مجید نے تجویز کیا ہے"۔ (روزنامہ زمیندار ۲۳ جون ۱۹۲۳ء)

اقبال" اس فکر کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے معلوم
بے سود نہیں روس کی یہ گرمیٔ رفتار
اندیشہ ہوا شوخیٔ افکار پہ مجبور
فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا بیزار
انسان کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار
(ضرب کلیم)

امت مسلمہ کی بقا کا راز

علامہ اس مسلم ریاست کو اسلامی آئین اور شریعت کی خاطر حاصل کرنے کے حوالے سے یہ بات دوٹوک طریقے سے کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کی بقا کا راز صرف اور صرف قرآن اور صاحب قرآن کے ساتھ تعلق قائم رکھنے میں ہے۔

علامہ فرماتے ہیں کہ "آئین اور قانون کی بنیاد قرآن وسنت پر ہو اور شریعت اسلامیہ کو ناگزیر حد تک اپنایا جائے"۔ علامہ جس پاکستان کا تصور دے رہے ہیں اور

جس کے لئے قائداعظم کو تحریک پا کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس ریاست کو اسلام کے آئین کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں اور علامہ کی شدید خواہش ہے کہ ایک ایسا زمین کا ٹکڑا حاصل کیا جائے جس میں شریعت اسلامیہ اجتہادی اور انقلابی روح کے ساتھ نافذ العمل ہو اور اس میں قرآن وسنت کی بالادستی قائم ہو۔

علامہ قرآن مجید کو ایک مکمل ضابطہ حیات اور گود سے گور تک کی زندگی کا آئین قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

تو ہمی دانی کہ آئین تو چیست
زیر گردوں سر تمکین تو چیست

(اسرار ورموز)

(کیا تو جانتا ہے کہ تیرا آئین کیا ہے؟ اس آسمان کے نیچے تیرے وقار کا راز کیا ہے؟)

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت اولا یزال است وقدیم

(اسرار ورموز)

(یہ راز قرآن حکیم ہے جو ایک زندہ کتاب ہے جس کی حکمت قدیم اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے)

حرف اولا ریب نئے تبدیل نئے
آیہ اش شرمندہ تاویل نئے

(اسرار ورموز)

(اس کے الفاظ میں نہ شک ہے اور نہ وہ تبدیل ہو سکتے ہیں اس کی آیات واضح ہیں ان کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے)

نوع انسان را پیام آخریں
حاصل او رحمۃ للعالمین

(اسرار ورموز)

(یہ بنی نوع انسان کے لئے آخری پیغام ہے اور اسے لانے والے رحمتہ للعالمین ہیں)

صد جہان تازہ در آیات اوست
عصرھا پیچیدہ در آیات اوست

(اس کی آیات کے اندر کئی جہان آباد ہیں اور کئی زمانوں کی تاریخ اس میں پوشیدہ ہے)

علامہ سنت رسول ﷺ اور شریعت محمد ﷺ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں۔

علم حق غیراز شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

(اسرار و رموز)

(سچا علم شریعت کے علاوہ اور کچھ نہیں اور سنت رسول پاک ﷺ کی بنیاد محبت کے علاوہ کچھ نہیں)

باتو گویم سر اسلام است شرع
شرع آغاز است وانجام است شرع

(اسرار و رموز)

(میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام کا راز شریعت میں ہے شریعت ہی آغاز اور شریعت ہی انجام ہے)

تاشعار مصطفیٰ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت

(اسرار و رموز)

(جب حضور ﷺ کا شعار (شریعت) ہاتھ سے نکل گیا تو قوم اپنی بقا کے راز سے محروم ہو جائے گی)

اتحاد امت کی مصطفوی بنیاد

بدقسمتی سے آج ملت اسلامیہ کو مختلف اکائیوں کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔

بالادستی کو قرار دیا تھا اور قرآن وسنت کے نفاذ کے نام پوری امت کی ایک منتشر سیاسی جمعیت کو اپنے پیچھے لگا لیا۔ مگر جب یہ لوگ اسلام کے نام پر قوم سے ووٹ لے کر اسمبلیوں میں پہنچے تو شریعت کی بالادستی اور قرآن وسنت کو سب سے بالاتر آئین تصور کرتے ہوئے اس کے عملی نفاذ کی طرف کوئی پیش قدمی نہ ہو سکی۔

پاکستان کے اندر اسلامی قانون (کو نافذ کرنے کا جائزہ لینے کے لئے) اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی جس نے اپنی سفارشات حکومت پاکستان کو بھیج دیں مگر کسی حکومت نے ایمانداری اور خلوص نیت سے ان سفارشات پر غور وخوض نہ کیا اور ان کی ردی کے ڈھیر کی سی حیثیت رہ گئی بالاخر اس ادارے کا یہ انجام کر دیا گیا کہ آج یہ بھی کہا جانے لگا ہے کہ ایسے غیر ضروری ادارے کو برقرار رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

فکر اقبال کا امتیازی پہلو

علامہ کی فکر ونظر قدیم بھی ہے اور جدید بھی نہ وہ ایسے تجدد کو پسند کرتے ہیں جو ہمارے سرمایہ ایمان کو اسلاف سے کاٹتا ہے جو قرآن وسنت کی مادی' خود ساختہ لادینی اور عقلی تعبیر کی بنیاد پر تعلیمات اسلام کا چہرہ مسخ کرنا چاہتا ہے۔ وہ تجدد جو اسلام کی سزاؤں کو فرسودگی اور درندگی سے تعبیر کرتا ہے اور وہ تجدد جو قرآن کے حرام کردہ سود جیسے احکام کے لئے جواز تلاش کرتا ہے اور نہ دین ملاں کے جمود کے حامی ہیں جس کی وجہ سے شریعت اسلامیہ کا تحرک رک جائے' ارتقاء کا سلسلہ بند ہو جائے اور امت اگلی صدی کی طرف اور جدید مسائل کے مطابق اجتہادی صلاحیتوں کے ساتھ اسلام کا حل پیش کرنے کی بجائے چار' پانچ صدیاں پیچھے چلی جائے۔

علامہ کی حیثیت یہ تھی کہ ان کا ایک ہاتھ قدیم پر تھا اور ایک ہاتھ جدید پر تھا۔ وہ حرف رابطہ تھے وہ دین مصطفوی ﷺ کا فیض مدینے سے لے کر امت مسلمہ کو یورپ سے بہتر روشنی دے رہے تھے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے افلاک منور ہوں تیرے نور سحر سے

خورشید کرے کسب ضیا تیرے شرر سے
ظاہر تیری تقدیر ہو سیمائے شرر سے
دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت تیرے اعجاز ہنر سے
اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی
(ضرب کلیم)

اجتہاد اور علماء

علامہ جدید مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں مفید حل نکالنے کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں وہ علماء کے تعاون کو ضروری خیال کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

"دور حاضر میں جب امت میں مختلف مکاتب فکر پیدا ہو گئے ہیں ایسے حالات میں انفرادی اجتہاد کے مقابلے میں شورائی اجتہاد زیادہ مفید ہے"

علماء کی اہمیت کے بارے میں مذید ارشاد فرماتے ہیں۔

"علماء کو مسلمانوں کی مجالس ہائے قانون ساز کا ایک اہم اور موثر جذو ہونا چاہئے اور اس کے رکن کی حیثیت سے قوانین شریعت پر آزاد بحث و تمحیص میں معاونت کریں اور یہ احکام شریعت کے تعین میں غلطیوں کے سدباب کا موثر طریقہ ہے۔ علماء کو چاہئے کہ مسلم ممالک میں فقہی تعلیم کے موجودہ طریقہ کار میں ایسی ہمہ گیر اصلاح کریں جس سے اس کا دائرہ وسیع ہو اور جدید اصول قانون سازی (Modern Jurispruden) کو طلبہ کے اسلامی درس کا لازمی جزو قرار دیا جائے۔"

(Reconstruction of Religious Thought in Islam)

پھر ۱۹۳۲ء کو خطبہ صدارت میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں علماء کی اسمبلی کے قیام کا مشورہ دوں گا۔ جس میں مسلمان وکلاء بھی شامل ہوں (جو فقہ سے واقف ہوں) اس کا مقصد حفاظت اسلام اور تجدید ہو گا۔ لیکن اس طریقے میں بنیادی اصولوں کی روح قائم رہے اور اس اسمبلی کو دستوری سند حاصل ہو۔ اس قسم

کی اسمبلی کا قیام اسلامی اصولوں کو سمجھنے میں بڑا مددگار ثابت ہوگا"

علامہ کو فقہ کی تدوین نو کی بڑی فکر تھی۔ مختلف علماء کو خط لکھتے رہے اور اپنی تصانیف میں بھی پے در پے اس کا ذکر کرتے رہے حتی کہ ایک خط سید سلیمان ندوی کو لکھا کہ

"یہ میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانہ حال کے قانون پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنی کی ابدیت کو ثابت کرے گا۔ وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور وہی بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم ہوگا"

علامہ نے ہند کے بہت بڑے عالم دین (حسین احمد) کو بھی پکارا تھا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بو العجبی است

(ارمغان حجاز)

(اہل عجم نے ابھی تک دین کے راز کو نہیں جانا ورنہ حسین احمد دیو بند اس طرح کی عجیب وغریب باتیں نہ کرتا)

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبرز مقام محمد عربی است

(ارمغان حجاز)

(حسین احمد منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ وعظ سناتا ہے کہ ملت وطن سے بنتی ہے۔ لیکن مقام مصطفیٰ ﷺ سے بے خبر ہے)

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

(ارمغان حجاز)

(حضور ﷺ تک پہنچنا ہی تمام دین ہے اگر ان تک نہ پہنچا جائے۔ تو یہ تمام ابولہب والے اعمال ہیں)

علامہ اجتہاد کی ناگزیریت کو محسوس کرتے رہے اور اس فلسفہ کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے — نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق
حلقہ شوق میں وہ جرات اندیشہ کہاں — آہ! محکومی و تقلید وزوال تحقیق
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں — ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے، کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں قوموں کو غلامی کے طریق

(ضرب کلیم)

جدا ہو دین سیاست سے تو........

علامہ دین اور سیاست کی دوئی کو رد کرتے ہیں اور اسے چنگیزی سے تعبیر کرتے ہیں جب بھی وطن کے جغرافیائی بنیادوں پر معرض وجود میں آنے اور قوم وملت کے وطنیت کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے کی بات ہوتی تو علامہ اس کی مخالفت کرتے اور اسے امت مسلمہ کے خلاف سازش قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

ہوئی دین وملت میں جس دن جدائی — ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک ودین کے لئے نامرادی — دوئی چشم تہذیب کی نابصیری

(بال جبریل)

میری نگاہ میں ہے یہ سیاست لادیں — کنیز اہرمن ودوں نہاد ومردہ ضمیر
ہوئی ہے ترک کلیسا سے حاکمی آزاد — فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر

(ضرب کلیم)

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہوں دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

(بال جبریل)

مکر کی چالیں

اس وقت امت مسلمہ کو کفر اور طاغوت کی عالمی سازش کے تحت قرآن وسنت سے دور رکھ کر مغربی جمہوریت کے جال میں پھنسا دیا گیا ہے۔ سرمایہ دارانہ جمہوریت اور تجارتی سیاست (جس کا رواج اس وقت پاکستان میں عروج پر ہے) کے متعلق یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ یہ اسلام کے عین مطابق ہے۔ علامہ اس کے مکروہ چہرے سے بھی پردہ اٹھاتے ہیں اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر — شاخ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دست دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی — اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ — خواجگی نے خوب چن چن کے بنائے مسکرات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار — انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

(بانگ درا)

یہ قوم اس وقت تک اقبال کے خواب کی حقیقی تعبیر نہیں دیکھ سکتی جب تک سرمایہ داروں وڈیروں اور جاگیرداروں کے مکر کی چالوں سے آگاہ نہیں ہو جاتی اور ان کے مکروہ چہروں سے نقاب نوچ کر اپنے لئے کوئی اور راستہ منتخب نہیں کر لیتی، پاکستان کا سیاسی مقدر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہے۔ جاگیردار اور سرمایہ دار ایک تجارتی، سیاسی جنگ میں مبتلا ہیں جو اقتدار و مفادات اور سرمایہ و دولت کی جنگ ہے۔ (الا ماشاء اللہ)

بہت ہی کم لوگوں کو چھوڑ کر غالب اکثریت اس ملک کے اقتدار کے ایوانوں اور سیاست پر ایسے لوگوں کی قابض ہے جن کا امانت میں کوئی کردار نہیں' دیانت میں کوئی درجہ نہیں۔ اخلاص میں کوئی مقام اور وفاداری میں کوئی سطح نہیں' قوم انہیں لوگوں کو راہنمائی اور اقتدار کا حق دار سمجھتی ہے۔ ہزار گالی بھی دیتی ہے اور ووٹ بھی جاکر انہیں کو دیتی ہے۔

محکوم کی بیداری

دولت و ثروت کے بل بوتے پر سیاست کی جھوٹی دکان چمکانے والے سیاست دان محکوم کی نفسیات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ جب اس کے مسائل اس کو ستاتے ہیں تو اس کے اندر بغاوت کا عنصر پیدا ہوتا ہے۔ کبھی اس کے پیٹ میں لقمہ نہیں ہوتا اور اس کے اندر بھوک اور افلاس کی آگ جلتی ہے۔ کبھی اپنی بیٹی کے سفید ہوتے بالوں کو دیکھتا ہے کہ وہ بوڑھی ہوتی چلی جارہی ہے۔ مگر وہ اس کے ہاتھ نہیں رنگ سکتا۔ کوئی اس کے دروازے پر رشتہ مانگنے نہیں آتا۔ یہ معاشی' اقتصادی اور سماجی ناہمواریوں کے حالات اس کے اندر بغاوت کو جنم دیتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ زمانے کے حالات دگرگوں کر دوں اور ایک انقلاب بپا کر دوں مگر اسے ایک ساحری اور جادوگری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہی جاگیر اور سرمایہ دار جو غریب کا خون چوس کر اس مقام تک پہنچتے ہیں' اپنے چہرے پر غریبوں کے وفادار کا نقاب پہن کر آجاتے ہیں۔ غریبوں سے ان کے مسائل کے حل کی بات کرتے ہیں۔ روٹی' کپڑا اور مکان کی بات کرتے ہیں۔ مسائل کی چکی میں پستے ہوئے غریبوں کا ہجوم ان کے پیچھے ہو جاتا ہے کہ انہیں روٹی مل جائے گی کپڑا اور مکان مل جائے گا۔ لیکن جب یہ لوگ ایوانوں میں آجاتے ہیں تو اقتدار کے نشے میں غریبوں سے کئے گئے سب وعدے بھول جاتے ہیں۔ غریب احساس محرومی میں مبتلا ہو کر غفلت کی نیند سو جاتا ہے۔ اور بے حسی کی موت مر جاتا ہے زمانہ بیت جانے کے بعد اس کے کان پھر ایک نعرے کی آواز سنتے ہیں۔ اسلام' اسلام اور اسلام یہ الفاظ اسے دوبارہ

بیدار کرتے ہیں وہ سوچتا ہے کہ شاید میرے دکھوں کا مداوا دین مصطفیٰ ﷺ میں ہے۔ وہ جب خیالات کی وادی میں محو نظارہ ہوتا ہے تو اسے سرزمین مدینہ پر قائم اسلامی فلاحی ریاست نظر آتی ہے۔ غرباء میں تقسیم ہوتا مال غنیمت نظر آتا ہے اور عدل فاروقی کی یادگار اور سنہری مثالیں دکھائی دیتی ہیں۔ غریب خیال کرتا ہے کہ میرے مسائل کا حل اسلامی نظام کے قیام میں ہے پس وہ اسلام کا نعرہ لگانے والی جماعت کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ وہ اسلام کے لئے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ گولیاں کھا کر، اپنا سینہ چھلنی کروا کے اور اپنی ناموس کو خطرے میں ڈال کر اس جماعت کی کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ مگر جب یہ لوگ حکومت کے ایوانوں میں پہنچتے ہیں تو ان کی منافقت کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ غریب چشم زدن میں پہچان لیتا ہے کہ یہ تو وہی ڈاکو، لیٹرے، خون خوار بھیڑیئے، منشیات سے سرمایہ کمانے والے قوم کی دولت سے کھیلنے والے سرمایہ دار اور جاگیردار ہیں۔ جو پہلے اپنے چہرے پر غربت کا بہروپ سجا کر آئے تھے اب اسلام کا بنا بنایا پردہ اوڑھ کر آ گئے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ پاکستانی قوم ان دو قیادتوں کے چکر میں پھنسی ہے اور جب تک شعور کی آنکھ نہیں کھولتی ان کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکتی۔

علامہ اس قسم کی سازشی سیاست کو بے نقاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیہ ان الملوک ۔۔۔ سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر ۔۔۔ پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمران کی ساحری

(بانگ درا)

علامہ مغرب کے جمہوری نظام پر تنقید کرتے ہوئے اسے سرمایہ داروں کی ایک چال تصور کرتے ہیں۔

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام

جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

(بال جبریل)

گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

(بانگ درا)

علامہ فرماتے ہیں کہ میری قوم دھوکے میں نہ رہے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ جمہوریت اس کا ٹھکانہ اور منزل نہیں بلکہ یہ نظام حکومت تو ایک قفس ہے جس میں اگر کوئی بند ہو جائے تو وہ بظاہر آزاد دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں اسے عالمی۔ طاغوتی اور کفروالحاد کے نظام میں پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اس سراب رنگ وبو کو گلستان سمجھا ہے تو
آہ ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

(بانگ درا)

علامہ نام نہاد جمہوری نظام اور انتخابات کی نسبت فرماتے ہیں۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

(ارمغان حجاز)

علامہ امت مسلمہ کو جمہوری نظام سے گریز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

گریز از طرز جمہوری' غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

(پیام مشرق)

(اس جمہوری نظام سے راہ فرار اختیار کر اور کسی مضبوط انسان کی غلامی میں آجا کہ دو سو گدھوں کے دماغ سے انسانی فکر برآمد نہیں ہو سکتی)

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری

(بال جبریل)

مذہبی قیادت اور فکر اقبال

مذہبی زبوں حالی کا حال یہ ہے کہ جب علامہ نے جہاد اور انقلاب کے نعرے بلند کئے' اجتہادی اور انقلابی فکر دیا' اسلامی فکر پر صدیوں سے طاری جمود و تعطل کو توڑنے کی بات کی اور اسلام کو فقط رسمی دین سمجھنے کی بجائے ایک انقلابی وجہادی دین کے طور پر پیش کیا تو وہ علماء جو جمود و تعطل پسند تھے اپنے فتووں کی مشینیں لے کر علامہ پر ٹوٹ پڑے اس پر علامہ فرماتے ہیں کہ علماء کی صفوں کے اندر تو اتحاد نظر نہیں آتا بلکہ انتشار ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے ہیں۔ نفرتیں ہیں' کدورتیں ہیں اور وہ ہر بات پر مختلف ہیں صرف ایک بات پر متفق ہیں۔

یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے لئے
کہ یک زباں ہیں فقیہان شہر میرے خلاف

(بال جبریل)

علامہ دین ملا کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

میں جانتا ہوں انجام اس کا
جس معرکے میں ملاّں ہوں غازی

(بال جبریل)

دین کافر فکرو تدبیرو جہاد
دین ملاں فی سبیل اللہ فساد

(جاوید نامہ)

علامہ کے سنہرے خواب کی تعبیر کسی طرح نصیب ہو کہ سیاسی قیادت (الا ماشاء اللہ) اکثر وبیشتر غنڈوں کے ہاتھ میں ہے اور مذہبی قیادت جاہلوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہم میں سے کوئی کھاتا پیتا گھرانہ اپنے اچھے اور لائق بچے کو دین کی تعلیم کے لئے نہیں بھیجتا۔ صرف غریب اپنے بچوں کو دین کی تعلیم کے لئے بھیجتے ہیں۔ مگر ان میں بھی

سمجھدار بچے اس طرف نہیں آتے۔ بلکہ نکمے جو اور کچھ نہ کرسکتے ہوں۔ وہ اس طرف آتے ہیں' دینی مدرسوں کی کہانی بھی سن لیں۔ مدرسوں کا نظام بھیک اور خیرات پر چل رہا ہے۔ جہاں جمعرات کی روٹیاں بچوں نے کھائیں' زکوۃ کے پیسے لئے اور جو دس سال تک ہاتھ بڑھا کر لیتا رہا ہو اس کی غیرت تو بچی نہیں۔ وہ قوم کی کیا تربیت کرے گا۔ انہی کی طرف علامہ فرماتے ہیں۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

(بال جبریل)

یہی وجہ ہے کہ آج رومیؒ اور غزالیؒ پیدا نہیں ہو رہے اس کے لئے پورے نظام تعلیم کو بدلنا ہوگا۔ درس کے پورے نصابوں کو بدلنا ہوگا۔ معاشی اور سماجی نظام کو بدلنا ہوگا دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اچھا دماغ جائے گا۔ اچھا ماحول ہوگا اور جب تک دینی قیادت لے کر کھانے کی بجائے دینے والی نہیں بنتی وہ انقلاب کے قابل نہیں ہو سکتی۔

دینی قیادت اور جدید علوم

دوسری بڑی وجہ جس سے آج کی دینی قیادت محروم ہے وہ جدید علوم ہیں۔ ان کے پاس نہ جدید فزکس نہ کیمسٹری نہ ایبریالوجی اور نہ سائیکالوجی ہے۔ نہ اس کے پاس میڈیکل سائنس نہ نیچرل سائنسز کا علم ہے اور نہ اس کے پاس فلاسفی ہے۔ جدید زندگی کے تمام مسائل سے وہ دور ہے۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ سورج مشرق سے کیوں نکلتا ہے مغرب سے کیوں نہیں نکلتا۔ اس نے صرف نکاح۔ طلاق اور عقائد پڑھے ہیں۔ وہ جدید دنیا کے مسائل کا سامنا نہیں کر سکتا اور وہ کر بھی کیسے سکتا ہے کہ اس کے پاس جدید زبان ہی نہیں۔ سیاسی قیادت کے ذریعے انقلاب آنا تھا۔ وہ لیٹروں اور بدکرداروں کے پاس چلی گئی۔ یا مذہبی قیادت نے عوام کو انقلاب کے لئے متحرک

(MOtivate) کرنا تھا اور وہ جاہلوں اور پسماندہ ذہنوں کے پاس چلی گئی۔ علامہ انہی مذہبی قیادتوں اور جماعتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

(بال جبریل)

علامہ مسلمانوں کے شاندار ماضی اور موجودہ بدحالی کا ذکر کرتے ہیں۔

وہ شعلہ روشن ترا ظلمت گریزاں جس سے تھی
گھٹ کر ہوا مثل شرر تارے سے بھی کم نور تر
اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا
ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نشتر

(بانگ درا)

پاکستان میں فرقہ واریت کی لہر

ان نام نہاد علماء کے پاس نور و بشر' حاضر و ناظر اور درود کے جائز ناجائز کے سوا کوئی مسئلہ نہیں۔ سیاسی جماعتیں اپنے سیاسی اور جماعتی مفادات کے لئے اپنی (Political Stability) کے لئے ان نام نہاد مذہبی راہنماؤں کو استعمال کرتی ہیں اور مختلف قسم کے جھگڑے پیدا (Issue create) کرتی ہیں۔ وہ کبھی شیعہ سنی اور کبھی دیوبندی بریلوی کے جھگڑوں میں سادہ لوح لوگوں کو الجھاتی ہیں۔

حکومتیں ہمیشہ فرقہ واریت کی مذمت کرتی نظر آتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تمام تر اختیارات' ذمہ داری اور سرکاری' مشینری کے ہوتے ہوئے۔ ایسے فتنے پیدا کیوں ہوئے اور پروان کیوں چڑھے۔ اس سب بگاڑ کی ذمہ داری حکومتوں پر عائد ہوتی ہے جو اپنے مفادات کی خاطر ان فتنوں کو پالتی ہیں اور استعمال کر کے اپنے اقتدار کو طول دیتی ہیں۔ آج فرقہ واریت کی اس لہر نے مکتب و خانقاہ سب کچھ تباہ کر دیا ہے۔ مکتب میں

کتابیں ہیں لیکن فکر نہیں ہے۔ فرقہ واریت کی وجہ سے ان علمی اور روحانی چشموں کے سوکھ جانے پر علامہ یوں نوحہ کناں ہیں۔

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے
خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے

(بال جبریل)

لمحہ فکریہ

آج پاکستان کے سیاسی و مذہبی حالات ہر دردمند اور محب وطن پاکستانی کے لئے لمحہ فکریہ ہیں اگر ہم اسی ڈگر پر چلتے رہے' اپنی سمت نہ بدلی' اپنے آپ کو سنوارنے کی کوشش نہ کی اور اپنے احوال حیات میں انقلاب بپا کرنے کے لئے میدان کارزار میں نہ اترے تو آج پاکستان کے حالات ہیں مستقبل میں اس سے بھی خطرناک حالت میں پہنچ سکتے ہیں تو پھر کوئی چاہے گا بھی تو کچھ نہ کر پائے گا۔ علامہ اسی کیفیت کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قیس پیدا ہوں تیری محفل میں یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا تیرا' محمل ہے بے لیلیٰ تیرا

(بانگ درا)

پھر علامہ مایوس' منتشر اور جامد مسلمان کو پکارتے ہیں۔

اے در تابندہ! اے پروردہ آغوش موج لذت طوفان سے ہے ناآشنا دریا تیرا
آہ جب گلشن کی جمعیت پریشان ہو چکی پھول کو باد بہاری کا پیام آیا تو کیا
بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصود ہر پروانہ تھا اب کوئی سودائی سوز تمام آیا تو کیا

(بانگ درا)

پھر علامہ قومی بے حسی کا تزکرہ کرتے ہیں۔

پھول بے پروا ہیں تو گرم نوا ہو یا نہ ہو کارواں بے حس ہے' آواز درا ہو یا نہ ہو

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(بانگ درا)

علامہ فریاد کناں بحضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر طرف سے پریشان ہو کر علامہ سوچتے ہیں کہ وہ اپنے خواب کی تعبیر کے لئے کہاں جائیں۔ وہ نہ واشنگٹن کی طرف اور نہ ماسکو کی طرف چہرہ کرتے ہیں۔ ان سارے مادی' لادینی افکار و نظریات اور تہذیب و ثقافت کے تصورات میں ہر طرف گھناؤنا پن نظر آتا ہے پھر اپنے خواب کی خوبصورت تعبیر کے لئے علامہ کی روح کہتی ہے کہ تو پکار اور وہ پکارتے ہیں۔

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی' میرا ایمان ہے زناری

(بال جبریل)

علامہ کا ان پریشان کن حالات میں مایوسی کی کیفیت سے نکل کر امید کی روشنی کو محسوس کرتے ہوئے گنبد خضریٰ کی سرکار کو پکار کر ہمارا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ کہ لوگو یہ نقشہ حیات ہے جس کا تم نے مشاہدہ کر لیا۔ مگر مایوس اور ناامید نہ ہونا ابھی امید کی ایک سمت باقی ہے اور وہ مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تم مادی اور انسانی تراشیدہ بتوں کو توڑ دو اور اپنے آقا علیہ السلام کو پہچان کر اپنی سمت درست کر لو تو پھر اس خواب کی تعبیر آج بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ روح اقبال حالی کی زبان سے بولتی ہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے پردیس میں آج غریب الغرباء ہے

علامہ ہر طرف سے مایوس و ناامید ہو کر اپنی اور امت مصطفوی کی بقا کے لئے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارتے ہیں۔

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

وہ شدت آشوب نہیں بحر عرب میں — پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چیز ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد — اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمد — آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

(ضرب کلیم)

آیئے ہم اقبال کے خواب کو بھی پہنچانیں اور اس کے لئے انہوں نے جو راہیں متعین کی ہیں۔ ان کی بھی شناخت کریں اور اپنی مصنوعی قیادتوں سے (جو اندھیروں کا باعث ہیں) نجات پائیں اور اجتماعیت کے ساتھ خاصہ خاصان رسل ﷺ کی طرف متوجہ ہوں۔ قرآن و سنت سے متمسک ہوں۔ انقلابیت اور جہادیت کو پیدا کریں۔ باغیرت اور باشعور قوموں کی طرح زندہ رہنے کا سبق سیکھیں تو آج بھی شاید ہماری تقدیر بدلنے میں دیر نہ لگے۔ علامہ کے خواب کی تعبیر میسر آئے گی اور اس کی تعبیر کو ایک روشن اور مستحکم مستقبل میسر آئے گا۔